ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

قرآن کے چیلنج

قرآن کی صفات:

قرآن ایک کتاب ہے جو منجانب خالق کائنات، مالک ارض وسما، رب العالمین نے ہمارے پیارے نبی ﷺ پر وحی فرمائی۔ یہ کتاب کیا ہے؟ اس ہی کتاب میں پچاسیوں مقامات پر اس کی تعریف وتوصیف فرمائی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ میں برکت ہے۔ اس کی تلاوت میں سکون قلب ہے۔ اس کے معنوں میں ہدایت ہے۔ یہ کتاب ذہن کو جلا بخشتی ہے اور انسانیت کو شرف کرامت سے نوازتی ہے۔ بہر حال بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب، کتاب ہدایت ہے، اس کی کرنوں سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ اور گوشہ روشن ہوتا ہے جو لوگ اس نور سے زندگی کا سفر طے کرتے ہیں منزل مراد تک رسائی کی سعادت انہی کو نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا آسان کام نہیں۔ انسانی زندگی کو معتقدات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں تقسیم کرکے ہر ہر لفظ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ آج کل دنیا جن مسائل ومصائب سے دوچار ہے۔ اخلاقی، سماجی گراوٹ میں مبتلا ہے، بدامنی و بدنظمی کا شکار ہے، اس دور میں اس زمانے میں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھ سمجھ کر پڑھا جائے۔ اس کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ اس کی بتلائی ہوئی ہدایات کو بروئے کار لایا جائے۔

دور حاضر میں مسلمانوں کے معاشرے کی بدحالی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ زیادہ مسلمان اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ ماڈرن انڈین کلچر اور امریکن ایڈوانسمنٹ نے ان کے لئے قرآنی تعلیمات اور ہدایات سے آگاہی کے مواقع حاصل کرنا ناممکن بنادیا ہے۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت عربی معاشرے کی جو حالت تھی اور وہ جن بے شمار برائیوں اور گوناگوں خرابیوں کا حامل تھا، اس کی اصلاح اور تطہیر کے لئے قرآن کریم نے ترجیحی بنیادوں پر ہدایت دیں اور تطہیر واصلاح تاقیامت اس کے ماننے والے، پڑھنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

قرآن کے اسلوب:

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کے اسلوب اور اس کے اعجاز کی مماثلت نہ کسی اور فصیح کلام میں مل سکتی ہے، نہ کسی اعلیٰ ترین خطیب کے خطبہ میں۔ اور نہ ہی کسی شاعر کے کلام میں یہ بلاغت نظر آتی ہے۔ عرب تو زمانہ قدیم سے فصاحت وبلاغت میں یکتائے روزگار مشہور تھے۔ بلیغ خطابت اور عالمانہ مہارت مسلم تھی۔ عربوں کو ایسا لسانی عروج حاصل تھا جس سے دوسرے خطوں کے انسان بے بہرہ تھے۔ یہ لوگ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اور اپنے مافی الضمیر

کو واضح کرنے میں یکتا تھے۔ کوئی قوم ان کے مدمقابل نہ تھی۔ برجستہ خطابت اور فی البدیہ شعر گوئی میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کلام وخطابت میں باہم مقابلے کرتے تھے۔ شعر گوئی کے میدان میں ان کے درمیان مسابقت بھی ہوا کرتی تھی اور شعر کی اغراض ومقاصد ومعانی پر جرح ہوتی تھی۔

یہ سب باتیں اس زمانے کی ہیں جب فصحائے عرب کے نزدیک کلام کے ایک فن اور دوسرے فن کے درمیان معانی کے فرق اور اختلاف واغراض وکلام میں وسعت وتصرف کے علاوہ اور کوئی خاص فرق نہ تھا۔ کیونکہ یہ اسلوب شاعری ایک قبیل اور خاص طرز کا تھا۔ نثر اور نظم کے کلام ان کی زبان پر بے تکلف جاری ہو جاتے تھے۔ ادھر خیالات' ذہن میں ابھرے ادھر زبان سے اشعار کے دھارے ان کی زبان سے جاری ہو جاتے تھے۔ الغرض ان کی ہر سوچ اور تخیل کے ساتھ نہایت شستہ اور بامعنی' اعلیٰ الفاظ شیریں کلامی کے ساتھ ہاتھ باندھ کر آ کھڑے ہوتے۔ یہ محسوس ہوتا کہ الفاظ' مضمون وتخیل اور بیان ان لوگوں کے لئے گھڑے گئے ہیں۔ میدان کارزار میں بھی چمکتی ہوئی تلواروں کے درمیان فی البدیہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ تعریف کرنے پر آتے تو زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے۔ میدان جنگ میں رجزیہ اشعار پڑھ کر جرأت اور حوصلہ بلندی میں کمال حاصل تھا۔ ذہنی وجسمانی توانائیوں کے حامل لوگوں میں بلاغت ان کی قیادت کے تابع تھی۔ الغرض ان کا ہر فرد ہی بلاغت پر فائز تھا اور کلاہ ذی حشمت ان کی پیشانی پر خوب سجتا تھا۔

قرآنی بلاغت وفصاحت:

جب ایسے قابل ترین لوگوں کے سامنے قرآن بیان فرمایا گیا تو اسکے اسلوب' بلاغت اور فصاحت نے ان کو حیران اور مبہوت بنا کے رکھ دیا۔ قرآن پاک کی ترکیب' اس کے کلمات میں حروف کی ترتیب وبندش اور نشست ایسی تھی کہ وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ ان کے دلوں میں محمد رسول ﷺ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ ایک پُر جلال خوف طاری ہو گیا۔ ایسا خوف جس سے وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

قرآن پاک کی آیات خداوندی نے بڑے بڑے عرب مدبروں' تنقید نگاروں اور فصحا کی گفتار کو مغلوب کر کے رکھ دیا۔ قرآن کی آیات کے ایجاز اور اعجاز نے عرب کی سرزمین پر جھنڈے گاڑ دیئے۔ جن دانشمندوں کے مسجع کلام اور مرصع شاعری میں کوئی ان کا مقابل نہیں تھا لیکن اس قرآن نے ان کی تحدی کی اور اس بات میں تحدی کی جس پر انہیں اپنے اوپر بڑا فخر تھا۔ ان میں آہستہ آہستہ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کہ جو قرآن کی آیات سناتا ہے (محمد رسول اللہ ﷺ) وہ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا' فصاحت میں اس کو کوئی درک نہیں' نہ شاعری میں کوئی کلام اس کی بابت مشہور ہے' پھر یہ ایسی ایسی باتیں لوگوں کو کیسے سناتا ہے۔ دبے دبے الفاظ میں یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ معاملہ گڑبڑ ضرور ہے۔ یہ اس کو کون سکھاتا ہے؟ بنی نوفل تو کہہ چکے تھے کہ اس شخص کے پاس فرشتہ آتا ہے جو اس کو سکھاتا ہے اور یہ فرشتہ وہی ہے جو موسیٰؑ

کے پاس آتا تھا۔

اعترافات:

یہ وہ باتیں تھیں جن کو بلغائے عرب نے اچھی طرح محسوس کرلیا تھا' اس لئے ان کے فصحا اور بلغا کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب وہ سب دیکھ رہے تھے کہ قرآن ان کی ساری قوت بیانیہ کو ہی سلب کئے دیتا ہے اور اس ادب سے واضح طور پر افضل ہو رہا ہے جس کے مقابلے میں ان کا پسندیدہ اسلوب نثری و شاعری سب کا سب بروز بروز پست ہوا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ کہتے کہ اسلوب قرآن بیان و کلام کی وہ جنس گراں مایہ بنتی جا رہی ہے جس کی فصاحت اور بلاغت تک ان کی پرواز نہ ہوسکے گی۔

قرآن شاعر کا کلام:

صحن کعبہ میں ایک دن حضورﷺ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے' عربوں کا ایک سردار ولید بن مغیرہ چپکے چپکے سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ ابوجہل نے جب اس پر نکیر کی تو ولید نے کہا:

''واللہ! جو محمد (ﷺ) کہتا ہے اس میں صرف شعر کی مشابہت نہیں پائی جاتی۔''

ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ولید نے قریش کو ایام حج میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''غور سے سنو! حج کے واسطے عرب کے قافلے آرہے ہیں اس واسطے ہم سب لوگ ایک بات پر متفق ہو جائیں جو سب کے سامنے محمد (ﷺ) کے بارے میں بیان کریں۔ ہم آپس میں ایک خیال ہوکر ان سے ایک ہی بات کہیں۔''

کسی نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے' خوب کلام کہتا ہے بلکہ ہم سب سے اچھا کلام شاعری کرتا ہے۔

ولید بولا: ''میری بات غور سے سنو! یہ بات نہیں۔ واللہ وہ (محمدﷺ) جو کہتا ہے وہ شاعری نہیں۔ ان میں اشعار کی مشابہت نہیں پائی جاتی۔'' سب لوگ چیخنے چلانے لگے۔

ولید بولا: ''دیکھو آپس میں تفرقہ مت ڈالو''

ایک شخص بولا: ''بس ہم یہ کہیں گے کہ وہ شخص کاہن ہے' اس کلام ایسا ہے جیسے کاہن کا ہوتا ہے۔''

ولید بن مغیرہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم وہ کاہن نہیں معلوم ہوتا''

آخرکار لوگوں نے کہا: ''اچھا تم بتاؤ ہم آنے والے حجاج سے کیا کہیں' ہمارے خیال میں تو وہ مجنون معلوم ہوتا ہے۔''

تو ولید نے جواب دیا: ''نہ وہ مجنون ہے نہ آسیب زدہ ہے نہ وسوسوں کا شکار ہے اور نہ وہ شاعر ہے کیونکہ ہم شعر کے جملہ اقسام اس کے رجز' قطعہ' قصائد اور مثنوی کو خوب جانتے ہیں' یہ کلام شاعر نہیں ہوسکتا۔''

ان لوگوں نے ہنگامہ کے لئے گھیرا ڈال لیا۔ ابھی بات شروع بھی نہ کرنے پائے تھے کہ جبریل امین۔ نہ

آپ ﷺ کو ان کے مقاصد سے آگاہ کر دیا اور حضور ﷺ نے ولید کی سربراہی میں جو مجمع تھا ان کو قرآن کی وہ آیات جو اس وقت نازل ہو رہی تھیں سنائیں تو سب ششدر رہ گئے کہ ان کی دلوں کی بات انہیں کیسے معلوم ہو گئی؟

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ قرآن کو حضور ﷺ کا تصنیف کردہ کلام کہتے تھے وہ خود جانتے تھے کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے گو اس کلام کو سن کر صاف محسوس کر لیتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر اعتراض برائے اعتراض کرنے کیلئے باتیں بناتے رہتے۔ آپس میں کہتے کہ اس قدر اعلیٰ وارفع کلام انسان کے بس میں کہنا نہیں۔ قرآن کو آپ کی تصنیف قرار دینے والے دراصل ایمان لانا ہی نہیں چاہتے تھے سلئے اسطرح اعتراضات لگاتے

ان لوگوں کے سامنے جب آپ ﷺ قیامت، روز حشر، حساب کتاب، جزا وسزا کی باتیں کرتے اور بتاتے کہ یہ باتیں فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آتا ہے تو لوگ آپ ﷺ پر فقرے کستے۔ اوباش لوگ آپ کو کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) کہتے۔ کبھی کہتے یہ شخص تو مجنون ہے۔ کبھی لوگ کہتے کہ یہ شاعر ہے جو شاعری کرتا ہے اور اشعار کہتا ہے۔ اللہ کے گیت گاتا ہے۔ کچھ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر دورے پڑتے ہیں اور دورے کے دوران قابو میں نہیں رہتا تو شاعری کرتا ہے اور مدح اور ہجو گوئی کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ دیکھئے قرآن پاک:

''بندگانِ خدا کو حقائق سے آگاہ کرو۔ اپنا کام جاری رکھو۔ اللہ کے فضل سے تم نہ کاہن ہو نہ مجنون ہو۔''

ترجمہ: پس اے نبی تم نصیحت کرتے جاؤ۔ اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو نہ مجنون ہو۔ (الطور۔ ۲۹)

اور ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کا حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے کہو ابھی انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (الطور۔ ۳۰)

اسلام کیا ہے:

اسلام کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ارادے و اختیار کی جو آزادی انسان کو عطا فرمائی ہے انسان اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ اپنی اس آزادی سے اللہ کے قوانین طبعی کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنی آزادی اور اختیار کے دائرے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ان احکامات و ہدایات کی پابندی قبول کر لے۔ اسلام کا مقصد تمام انسانیت کا قیام عدل وقسط ہے یعنی عدل وانصاف پر مبنی ایک ایسا نظام حیات ہے جس میں سچائی اور حق کا بول بالا ہو۔ اسلام کے نظام کو اگر ایک عمارت سے تعبیر کیا جائے تو ایمان اس عمارت میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس عمارت کی بنیاد کمزور ہو تو بالائی منزل کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔

دراصل اللہ پر ایمان ایک خاص قسم کے اخلاق کا تقاضا کرتا ہے اور اس اخلاق کا ظہور انسان کی عملی زندگی

کے تمام گوشوں میں ہونا چاہیے۔ حضور سرور کائنات ﷺ مکہ معظمہ میں ایمان اور اسلام کی دولت بانٹ رہے تھے اور اہل ایمان آپ کے گرد بڑھتے جارہے تھے مگر اہل قریش جو مکہ کے باسی تھے آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ اہلِ قریش کی مخالفت کی وجہ معمولی نہ تھی، ہم اس کی تہہ تک جانے کیلئے پہلے ان حالات کو اچھی طرح جان لیں کہ وہ کیوں مخالف تھے۔

قریش نے بتدریج تجارتی ترقی شروع کی اور روم و ایران کی سیاسی کشمکش نے ان کو بین الاقوامی تجارت میں ایک اہم مقام عطا کردیا۔

ان حالات میں جب حضور ﷺ کی دعوت توحید اٹھی تو آبائی دین کے تعصب سے بڑھ کر جو چیز قریش کے لئے اس کے خلاف وجہ اشتعال بنی وہ یہ تھی کہ اس دعوت کی بدولت انہیں اپنا مفاد خطرے میں ہی نہیں بلکہ ختم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے محمد ﷺ کی دعوت اسلام کی معقول حجتوں سے شرک و بت پرستی کو چھوڑ دینا درست اس وجہ سے نہیں کہ سارا عرب ہمارے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ ہمیں کعبہ کی تولیت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ عرب کے بت پرست قبائل کے ساتھ ہمارے تمام معاہدانہ تعلقات ختم ہوجائیں گے جس کی وجہ سے ہمارے تجارتی قافلے جو دن رات عرب کے گوشہ گوشہ میں گزرتے ہیں نہ گزر سکیں گے۔ اسی طرح یہ نیا دین ہمارے مذہبی رسوخ واثر کا خاتمہ کردے گا۔ ہماری معاشرتی خوشحالی کا بھی خاتمہ ہوجائے گا۔

رسول اللہ ﷺ انہیں بار بار یقین دلاتے رہے، فرماتے رہے کہ یہ کلمہ جو تمہارے سامنے پیش کررہا ہوں اسے مان لو تو عرب و عجم تمہارے تابع ہوجائیں گے۔

قرآن نے اس بارے میں فرمایا:

ترجمہ: ''تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے'' (القصص۔۶۰)

ترجمہ: ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہے'' (العمران۔۱۱۹)

یہ ارشاد دراصل شرک کی تردید میں تھا جس کی سخت ضرورت تھی کیونکہ مشرکین نے بے شمار معبود بنا رکھے تھے اور انکو اپنی طرف سے جو اوصاف، مراتب اور مناصب سونپ رکھے تھے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ (اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کبھی تم نے غور کیا کہ اللہ تعالیٰ (جو تمہارے جہان کا مالک، خالق ہے) اگر قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی مہیا کرے گا؟ کیا تم سنتے نہیں ہو (اے نبی) ان سے پوچھو کبھی تم نے سوچا ہے یا نہیں کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر دن طاری کردے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں رات (اندھیرا) لادے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرسکو۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اس کی رحمت ہے کہ اسنے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) سکون اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش اور حاصل کرسکو۔ شاید کہ تم شکرگزار بنو۔ (القصص ۷۲،۷۳۔۷۰)

یہ ہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ چیلنج جو انسان کو دیئے گئے ہیں جس کی تعریف قرآن صاف صاف بیان کرتا ہے۔

قرآن کا پہلا چیلنج:

مخالفین کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نئے خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس پر ہمارے معبودوں کی مار پڑے گی اور معاذ اللہ اس شخص (محمد ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔ یہاں قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

۔ ''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو (تمہارے معبود) ہیں ان کو بھی مدد کے لئے بلا لو۔ اب اگر وہ تمہاری مدد کیلئے نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ اللہ نے نازل فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر بھی (اس امر حق کے آگے) سر تسلیم خم کرتے ہو؟'' (ھود۔۱۴۔۱۳)

اور ایک موقع پر ایسے ہی لوگوں سے گفتگو کے دوران قرآن پاک کا ایک چیلنج ملاحظہ فرمایئے:

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے (قرآن) کو خود لکھ لیا ہے۔ کہہ دو! اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر کے لے آؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو تم بلا سکتے ہو اپنی مدد کیلئے بلا لاؤ۔'' (یونس۔۳۸)

تفہیم القرآن اس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بعض لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیلنج محض قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے تھا۔ اعجاز قرآن پر جس انداز سے بحثیں کی گئی ہیں۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ لیکن قرآن کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ اپنی یکتائی و بے نظیری کے دعوے کی بنیاد محض اپنے لفظی محاسن پر رکھے۔ بلاشبہ قرآن اپنی زبان کے لحاظ سے بھی لاجواب ہے۔ مگر وہ اصل چیز' جس کی بنا پر یہ چیلنج دیا گیا کہ انسانی دماغ ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا۔ وہ اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس میں اعجاز کے جو جو پہلو ہیں اور جن وجوہ سے ان کا من جانب اللہ ہونا یقینی ہے اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا غیر یقینی اور ناممکن ہے ان کو خود قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا۔ اس موضوع پر ایک اور چیلنج ملاحظہ فرمایئے:

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن خود گھڑ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اس قول میں سچے ہیں تو اس شان کا ایک کلام بنا لائیں۔'' (الطور۔۳۴)

قیامت کے دن' روز حشر یا یوم احتساب کا ڈر خاص طور پر مؤثر رہا۔ اگر مشیت ایزدی تکوینی یونہی ہوتی تو سب دنیا کے انسان ایک ہی دینی طریق پر خلق کئے جاتے لیکن بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں (جو خالق کائنات کے سوا کسی کو معلوم نہیں) سے یہ منظور نہ تھا کہ سب لوگ اضطراراً ہدایت یاب ہوں گے بلکہ صرف وہی مخصوص گروہ ہدایت یاب ہو سکے گا جس پر مخصوص رحمت الٰہی ہو گی۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن اس سلسلے میں کیا کہتا ہے:

''یہ قرآن ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہے'' (حم سجدہ۔۴۴)

میری چال زبردست ہے:

ایمان نہ لانے والوں کے لئے ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

ترجمہ: ''پس اے نبی تم اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ ہم پر چھوڑ دو۔ ہم ایسے طریقے سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے جو ان کی خبر تک نہ ہوگی۔ مَیں تو ان کی رسی دراز کر رہا ہوں اور میری چال بڑی زبردست ہے۔'' (القلم۔۱۴)

اس آیت نزول سے حضور ﷺ کو روک دیا گیا کہ آپ ﷺ دشمنوں سے نہ الجھیں۔ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ ان سے نمٹنا اللہ کا کام ہے۔ آپ ﷺ کا کام تو صرف ان کو سیدھا راستہ بتانا اور ہدایت دینا ہے۔

قرآن ایک دو مقامات پر نہیں بلکہ بار بار اس اصولی حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اصل دین صرف اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) ہے اور خدا کی کائنات میں خدا کی مخلوق کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں ہوسکتا۔ اور آغاز آفرینش سے جو نبی بھی انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا وہ یہی دین لے کر آیا۔ اور یہ انبیا علیہ السلام ہمیشہ خود مسلم رہے۔ اور اپنے پیروکار کو انہوں نے مسلم ہی بن کر رہنے کی تاکید و ہدایت کی اور ان کے وہ سب متبعین جنہوں نے نبوت کے ذریعہ آئے ہوئے فرمان خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کیا ہر زمانے میں مسلم ہی تھے۔

مزید چیلنج:

ان چیلنجوں کا جواب کوئی مشرک نہ دے سکا۔ ان کی حرکات میں جب کمی نہ آئی تو مزید چیلنج دیئے جاتے ہیں، آپ قرآن پاک کھولئے ''سورۃ الملک'' ملاحظہ فرمائیے تو آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ کیسے کیسے چیلنج قرآن ملحدوں اور مشرکوں کو پیش کرتا ہے۔ اور انہیں بتاتا ہے کہ وہ ذوالجلال بزرگ و برتر وہی ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے وہ ہی ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت کو اور زندگی کو شروع کیا تاکہ انسان کی آزمائش کر سکے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ترجمہ: وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی ایجاد کی تاکہ لوگوں کے ان دیکھے خدا پر ایمان کا امتحان لے سکے۔ یہ زبردست بھی ہے اور درگزر کرنے والا بھی۔ اس نے تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے۔ اس رحمٰن کی تخلیق میں کیا تم کسی قسم کی بے ربطگی پاتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے۔ بار بار نگاہ ڈالو۔ پلٹ پلٹ کر دیکھو۔ تمہاری نگاہ تھک ہار کر نامراد لوٹ آئے گی۔ (الملک۔۴)

جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ تم خواہ چپکے سے کوئی بات کرو

یا اونچی آواز سے وہ سب سنتا ہے۔ وہ تو دلوں کے حال (یعنی دل میں کوئی بات سوچو، منصوبہ بناؤ، کسی کے بارے میں بھلائی یا برائی کرنے کا پروگرام بناؤ) سے باخبر ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکڑتے نہیں دیکھتے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون سی ہستی ان پرندوں کو بغیر سہارے کے تھام سکتی ہے۔

ترجمہ: ''اے نبی آپ فرمایئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ ہمیں اور ہمارے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحمت کردے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔'' (الملک ۔ ۲۸)

''آپ ان سے فرمایئے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا (زیرزمین) پانی غائب ہو جائے تو کون ہے جو زمین میں ان پانی کے سوتوں سے پانی نکال لے (اور تمہیں پانی مہیا کرے)'' (الملک ۔ ۳۰)

آپ سورۃ الواقعہ پڑھیئے اور سوچیئے:

''ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ تو تم نہیں مانتے۔ تم بھلا دیکھو وہ جو تم اندر ڈالتے ہو (منی) کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔'' (۵۹۔۵۸)...... ''اچھا بھلا بتاؤ تو سہی تم جو بوتے ہو اس سے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں'' (۶۴۔۶۳)...... ''اچھا بتلاؤ تو ذرا وہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم بادل سے برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔'' (۷۰)......''اچھا بتاؤ وہ آگ تم روشن کرتے یا جلاتے ہو۔ یعنی وہ درخت (جس کی آگ جلاتے ہو) تم نے پیدا کیا یا ہم نے'' (۷۲۔۷۱)......''اے جن اور انسانوں اگر تم میرے آسمانوں اور زمینوں (کی حدود) سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھادو، تم نہیں نکل سکتے۔'' (الرحمٰن ۔ ۳۳)

ان سب چیلنجوں کے بیان کرنے سے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ زمین پر تم بندے بن کر رہو۔ یہ ترغیب دی گئی ہے کہ زمین پر رہنے والو جس طرح مرضی سے چاہو یہاں رہو۔ بس صرف اتنا یاد رکھو تم ہمارے بندے ہو ۔ خدا نہیں ہو۔ عام فہم الفاظ میں بس تم بندے کے بچے بنے رہو۔ زمین میں تمہارے لئے ہر قسم کے تصرفات کی اہلیت رکھ دی ہے۔ تم تو خود اس پر حاکم و متصرف ہو۔ مگر اپنی حاکم اعلیٰ کے سامنے پیشی یاد رکھو۔

انسان کو سمجھانے اور اس کو عقل کے ناخن لینے کے لئے اس کا خالق، رازق، معبود فرماتا ہے:

ترجمہ: ''کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ اور وہ مثالیں چسپاں کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کریگا۔ جب یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ اس سے کہہ وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت لگائے۔ آگ پیدا کی تاکہ تمہارے چولہے گرم ہوں جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بس یہ کہتا ہے کہ ہو جا......اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ (یٰسین ۔ ۸۲)